ثبات قدم کی دعا کی پُر معارف تشریح
نیز آزادی ضمیر کے جہاد میں آنحضورؐ کا اسوہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵/دسمبر ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ (آل عمران:۱۴۸)

اور پھر فرمایا:

یہ دعا جس کے متعلق میں کئی مرتبہ تلقین کر چکا ہوں کہ اسے احمدیوں کو اُن دعاؤں میں شامل رکھنا چاہئے جو موجودہ حالات میں خصوصیت کے ساتھ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور پوری عاجزی کے ساتھ اور تضرع اور خشوع کے ساتھ کرنی چاہئیں۔

اس دعا کو آج کے خطبہ کے لئے مَیں نے اس لئے چنا ہے کہ اس میں بعض ایسے مضامین بیان ہیں جن کی طرف عموماً دعا کرنے والے کا ذہن منتقل نہیں ہوتا اور اس سلسلہ میں وہ مدد کا محتاج ہے۔ چونکہ اکثر احمدی مَیں توقع رکھتا ہوں اس دعا کا ورد کرتے ہوں گے اگر کبھی بھول بھی گئے ہوں تو یاد آجاتی ہوگی یا جماعتیں ان کو یاد کروادیتی ہوں گی اور اب تک اگر کوتاہی ہوئی بھی ہے تو آئندہ میں توقع رکھتا ہوں کہ خصوصیات کے ساتھ اسے پیشِ نظر رکھیں گے۔

جو باتیں قابل توجہ اس آیت میں ایسی بیان ہوئی ہیں جو دعائیہ آیت ہے، جن کے متعلق

میں نے کہا ہے عموماً توجہ نہیں جاتی وہ یہ ہیں کہ رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا سے آغاز ہوا ہے دعا کا جو جہاد پر نکلتے وقت کی دعا ہے ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ جو آخری پکار ہے اس دعا میں اس سے پتہ چلا کہ اس دعا کا ایک گہرا تعلق اور براہ راست تعلق جہاد سے ہے خواہ کسی نوع کا جہاد ہو۔ اُس جہاد پر نکلتے وقت پہلی دعا یہ سکھائی رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا اے خدا ہمارے گناہ بخش دے۔

یہ جہاد دو قسم کا ہوسکتا ہے۔ ایک وہ جہاد کی قسم ہے جسے قتال کہتے ہیں، جب دشمن پہل کرے تلوار کے ذریعے کسی کے دین کو دبانے کی کوشش کی۔ جب دشمن تحدی سے کام لینے کا فیصلہ کرلے اور زیادتی سے شروع کر چکا ہو، اس وقت مومن جو دفاعی لڑائی کرتا ہے اس کا نام بھی جہاد ہے۔ پس اگر یہاں جہاد کا مضمون ظاہری لیا جائے یعنی قتال اور وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ کی دعا سے یہ مفہوم لیا جائے کہ ہمیں اس قتال، اس تلوار کی جنگ میں ظالم پر فتح نصیب فرما جو ظالم بھی ہے اور مغرور بھی ہے اور ہم سے بہت زیادہ طاقتور ہے کیونکہ کمزور دشمن پہل نہیں کیا کرتا اور جہاد کی شرط یہ ہے کہ دشمن نے پہل کی ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم بھی ہے اور طاقتور بھی ہے۔ بڑی جسارت کر دکھاتا ہے اور بغیر وجہ کے اس یقین کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے کہ اس کے خلاف جوابی کارروائی موثر ہو ہی نہیں سکتی۔ اس موقع پر رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا کا یہ معنی ہوگا کہ اے خدا! ہم تو جان کا نذرانہ لے کر نکلے ہیں اور اس سابقہ زندگی میں ہم سے بڑی کوتاہیاں ہوئی ہوں گی پھر بخشش طلب کرنے کا وقت ہمیں میسر نہیں آسکتا اس لئے ہماری ان قربانیوں کو قبول فرمالے اور ہمارے گناہوں سے صرف نظر فرما کیونکہ اب تو بقیہ زندگی ہم تیرے سپرد اس طرح کر بیٹھے ہیں کہ گویا اپنے ہاتھ سے دے دی۔

تو اغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا سے آغاز کرنا مومن کے جہاد کے عظیم خلوص پر بھی دلالت کرتا ہے اس دعا کے الفاظ بتاتے ہیں کہ جو بھی خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکلتے ہیں اپنا کچھ رہنے نہیں دیتے اور اس ارادے سے نکلتے ہیں کہ سب کچھ قربان کر کے لوٹیں گے یا نہیں لوٹیں گے۔ لوٹیں گے تو خدا کے حضور ان معنوں میں لوٹیں گے کہ لوٹیں گے تو خدا کے حضور لوٹیں گے۔

پس ذُنُوۡبَنَا سے استغفار یہ ایک بہت ہی برمحل بات ہے جو اس دعا میں ہمیں سکھائی گئی۔ وَ اِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا یہی مضمون ہے جو اور آگے بڑھ جاتا ہے ہم نے اپنے معاملات میں

اسراف سے بھی کام لیا ہوگا۔ یہ مضمون ذنوب کے مضمون سے زیادہ گہرا زیادہ وسعت رکھنے والا مضمون ہے۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا اے خدا ہمیں ثبات قدم عطا فرما وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور انکار کرنے والوں پر ہمیں فتح نصیب فرما۔ یہ ظاہری معنی اس طرح بنیں گے۔

اگر روحانی معنوں کا جہاد مراد ہے تو خواہ وہ تربیت کا ہو یا تبلیغ کا ہو یہاں خصوصیت سے تبلیغ کا جہاد پیش نظر ہے کیونکہ وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ فرمایا وَانصرنا علی القوم الفاسقین نہیں فرمایا تو خصوصیت سے یہ آیت تبلیغ کے مضمون پر بحث کر رہی ہے اور یہاں اگر یہ معنی لیں گے تو اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا کا یہ مطلب بنے گا کہ اے خدا! ہم تو لوگوں کو گناہوں سے پاک کرنے کا عزم لے کر نکلے ہیں، یہ ارادہ لے کر اُٹھے ہیں کہ بدسوسائٹی کو گناہوں سے پاک کر دیں گے لیکن اپنے حال پر جب نظر کرتے ہیں تو ہم تو خود گناہگار ہیں، ہم سے کئی غلطیاں ہوئی ہیں، اس لئے تو ہمارے گناہوں کو بخش دے تا کہ صاف تختی لے کر ہم دنیا کو نیکیوں کی طرف بلانے والے ہوں۔ ہم اس غرض سے اس ارادے سے باہر نکل رہے ہیں کہ دنیا کو اپنے نفوس پر اپنی ذاتی جانوں پر بھی اور اپنے ماحول میں دوسروں کی جانوں پر بھی اسراف سے باز رکھیں، زیادتیوں سے روکیں، حق تلفیوں سے منع کریں لیکن کوئی بعید نہیں کہ ہم خود اس کا شکار ہو چکے ہوں۔ ہم نے اپنے نفس کی بھی حق تلفی کی ہو اور اپنے نفوس، اپنے ماحول میں بسنے والوں، اپنے اقرباء، اپنے عزیزوں، اپنے دوستوں اپنے سوشل تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ زیادتی کی ہو، ان کے حقوق مارے ہوں۔ تو اے خدا ہم تجھ سے معافی طلب کرتے ہیں اور عاجزانہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اسراف کو بھی معاف فرما دے تا کہ صاف دل اور صاف ضمیر کے ساتھ ہم تبلیغ کر سکیں۔

جہاں یہ دعا اس لحاظ سے برمحل ہے وہاں انکساری کا بھی عظیم سبق دیتی ہے۔ تبلیغ کرنے والے اس زعم کے ساتھ نہیں جاتے کہ دنیا ساری بد ہے اور ہم پاک ہیں۔ تبلیغ کرنے والے کسی رعونت اور تکبر اور انانیت کا شکار ہو کر باہر نہیں نکلتے بلکہ غرور اور تکبر اور انانیت کے شکاروں کو ان کے ظلموں سے باز رکھنے کے لئے نکلتے ہیں اور خود یہ اقرار کر کے جاتے ہیں کہ ہم خود بھی گناہگار اور خود بھی کمزور ہیں مگر خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ہم دنیا کو ان بیماریوں سے پاک کرنے کا ارادہ لے کر نکلے ہیں۔ ان کے طریق تبلیغ میں، ان کے رجحان میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا

ہوتی ہے اس دعا کے نتیجہ میں، رعونت مٹ کر ایک خاک میں بچھا ہوا انکسار بن جاتی ہے اور ایک ایسی عاجزی سکھاتی ہے یہ دعا جس کے بعد انسان کا ذاتی نفس کا بھروسہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا بلکہ کلیۃً معاملہ خدا کے سپرد ہو جاتا ہے۔

اسی لئے پھر فرمایا کہ یہ دعا کرو وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ کیونکہ تمہیں ثباتِ قدم نصیب ہی نہیں ہو سکتا تبلیغ کے مضمون میں اگر گناہ گار ہو اور اسراف کرنے والے ہو۔ چونکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ تم سے یہ کمزوریاں سرزد ہوئی ہوں گی یا ہو چکی ہیں واقعۃً اس لئے اب خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمہیں ثبات قدم عطا فرمائے ورنہ اپنی طاقت کے بھروسہ پر اپنی نیکیوں کے بل بوتے پر تمہیں ہرگز ثبات قدم نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ تم کمزوریوں کا پتلا ہو اور کمزوریوں سے پاک نہیں ہو۔ وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور اے خدا! تو ہی ہے جو ہمیں انکار کرنے والوں پر فتح اور نصرت عطا فرمائے۔ وَ انْصُرْنَا میں فتح کا مضمون داخل ہے ویسے تو اس کا معنی صرف یہ ہے کہ ہماری مدد فرما لیکن جس کی خدا مدد کرے اس کے لئے فتح تو ایک لونڈی کی طرح اس کے حضور چلی آتی ہے اس لئے نصرتِ الٰہی کے ساتھ فتح وظفر کا مضمون پیوستہ ہے، اس طرح بندھا ہوا ہے کہ اس کو الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔

اس دعا میں ثبات قدم کا لفظ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کے مضامین میں جو وسعت ہے اس کی طرف میں خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ثبات قدم سے عموماً صرف اتنا مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے پاؤں لڑکھڑائیں نہیں گویا کہ ایک ظاہری لڑائی کا نقشہ ہے کسی کے پاؤں ڈگمگا جائیں یا بھاگنے کو دل چاہنے لگے اس وقت انسان یہ سمجھتا ہے کہ ثبات قدم کی نفی ہو رہی ہے۔ یہ درست ہے یہ معنی غلط نہیں لیکن ثبات قدم کا مضمون ایک وسیع تر مضمون ہے۔ اگر اس کے سارے پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر یہ دعا کی جائے تو یہ دعا زیادہ کامل، زیادہ خوبصورت اور زیادہ نفع بخش بن سکتی ہے۔

یہ دعا ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا جو مضمون اپنے اندر رکھتی ہے اس کا تعلق باب تفعیل سے ہے ثَبَّتَ يُثَبِّتُ تَثْبِيْتًا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسرے میں جاری کر دینا۔ تو اس کا معنی یہ بنے گا کہ اے خدا! ثبت، ثبوت ،ثباتة، ثبات جتنے بھی مادے ہیں جن کا تعلق اس تثبیت سے ہے ان سارے مادوں کا مضمون ہماری ذات میں ہمارے داخل فرما دے اور ہمارے اقدام کو وہ سب چیزیں بخش جن کا تعلق اس لفظ کے مادے سے ہے۔

جب ہم اس کے مادے پر غور کرتے ہیں تو یہ فعل ثلاثی مجرد ہے یعنی اس کے آغاز میں اس کے مادے میں صرف تین حرف ہیں ث ۔ ب اور ت اور اس کا ماضی دو طرح سے استعمال ہوتا ہے ع کلمہ کی ضم کے ساتھ اور ع کلمہ کی فتح کے ساتھ بھی۔ ثَبُتَ بھی کہتے ہیں عرب اور ثَبَتَ بھی کہتے ہیں اور دونوں کے مضمون میں تھوڑا سا فرق آجاتا ہے لیکن پھر بھی ملتے جلتے اور حقیقت میں ایک ہی مضمون کو دو طرح سے بیان کرنے کے رنگ ہیں۔ جب ع کلمہ کی ضم یعنی پیش کے ساتھ ثَبُتَ پڑھا جائے تو اس کا مادہ ہوگا ثَبَــــاَتَۃً اور اس کا معنی ہے شجاعت، بہادری۔ کسی شخص کو جب ثبیت کہا جائے تو اس کا مطلب ہے بہت ہی دلیر ہے اور بہادر شاہسوار کے لئے بھی عرب ثبیت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تو صرف ایک منفی پہلو نہیں ہے اس لفظ میں کہ ہمیں لڑکھڑانے سے باز رکھ بلکہ جرأت کی دعا ہے، بہادری کی دعا ہے، شاہسواروں والی دلیری کی دعا ہے۔

دوسرا ثَبَتَ ثَبَاتاً و ثُبُوتاً یہ ثَبَتَ جو ہے ع کلمہ کی زبر کے ساتھ اس کا معنی ہے استقرار اور وہ مفہوم جسے ثبات قدم کہا جاتا ہے اور صرف یہی معنی نہیں اس میں اور بھی بہت سے معنی ہیں مثلاً ثبوت بھی اسی مادے سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے برہان قاطعہ، قطعی دلیل جو ایک مضمون کو کلیۃً بغیر شک کے ثابت کردے۔ اسی طرح لفظ ثَبَتَ میں معرفت حق بھی داخل ہے ایک استعمال اس لفظ کا جب حق کے معاملہ میں ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہمیں حق کا عرفان اور معرفت عطا فرما۔ اسی طرح اس میں ایک کہنے والے کے لئے جس کے متعلق یہ لفظ بولا جائے اس کی بات کی وقعت کی طرف بھی اشارہ کیا ہوتا ہے۔ اَثْبات وہ لوگ ہیں جو وقیع ہیں، جن کی باتیں غلط نہیں ہوتیں، جن کی باتوں میں وزن ہوتا ہے اور جب بات کرتے ہیں حق کی بات کرتے ہیں۔ اب یہ بظاہر الگ الگ معنی ہیں لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ان سب کا گہرا تعلق ہے۔

وہ شخص جو حق پر قائم ہو اور حق کا عرفان بھی رکھتا ہو، اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ بہادر بھی ہو کیونکہ دلیری سچائی سے پیدا ہوتی ہے اور صرف سچائی سے نہیں بلکہ سچائی کے عرفان سے پیدا ہوتی ہے اور دلائل میں جب گفتگو ہو رہی ہو تو وہ شخص جس کے پاس حق ہو جس کے پاس مضبوط اور قاطع دلیل ہو جو شخص اس مضمون کا عرفان رکھتا ہو جس میں گفتگو کر رہا ہے تو اس کی بات میں ایک عجیب شوکت پیدا ہو جاتی ہے، اس کی بحث میں ایک ایسی طاقت آجاتی ہے کہ اس کے نتیجہ میں اس کا دلیر

ہونا اس کا طبعی اور لازمی نتیجہ ہے۔ اسی لئے مومن اپنی گفتگو میں کامل یقین رکھتا ہے اور اس کے لئے ڈگمگانے کا سوال ہی نہیں۔ ہمیشہ دلائل میں اور گفتگو میں وہ شخص ڈگمگا تا ہے جو کہیں جا کر خود ابہام کا شکار ہو جائے۔ دلیل دیتے وقت کہیں وہ پہنچتا ہے اور اچانک اسکو خیال آتا ہے کہ کہیں یہ مطلب تو نہیں، کہیں وہ مطلب تو نہیں یا غیر نے جو بات کہی ہے وہ درست بھی ہے کہ نہیں ہوسکتا ہے اس کی بات درست ہو، میں اس کا انکار کر دوں اور غلط کر دوں۔ تو لاعلمی اور مضمون کی معرفت میں کمی، دلائل کی دنیا میں قدم کو ڈگمگاتی ہے اور اسی حد تک اس سے ثبات قدم چھین لیتی ہے۔

پس جب اس مضمون کو روحانی اور علمی اور مذہبی اور دینی جہاد میں اطلاق کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اے خدا! ہمیں ثبات قدم عطا فرما! یعنی ہمیں وہ ساری صفات عطا کر جو دلیری پیدا کرتی ہیں جن کا اس مضمون سے تعلق ہے۔ ان میں ایک بات یہ ہے کہ ہم ثقہ بات کرنے والے ہوں، شک والی بات کرنے والے نہ ہوں۔ ہمیں گہرا علم عطا فرما! اس علم کا عرفان عطا فرما! ہمیں ایسے دلائل نصیب فرما جو قاطع ہوں، جن کا دشمن کے پاس کوئی جواب نہ ہو اور ہمیں حق پر قائم رہنے کی توفیق بخش اور کبھی بھی ہم ناحق بات کرنے والے نہ ہوں۔ اس کے علاوہ ثبات میں مثبت پہلو اسی لئے اردو میں مثبت کے معنی استعمال کرتے ہیں م، ث، ب، ت سے بنا ہوا لفظ ہے۔ مثبت مدمقابل ہے منفی کے، جس طرح جمع کے مدمقابل ہے تفریق کے۔ تو ثبات قدم میں ایک معنی یہ ہے کہ ہمیں اس جہاد میں ہر منفی حرکت سے بچا! ہر ایسی حرکت سے بچا جو تیرے نزدیک غلط معنی رکھتی ہے اور تخریبی حیثیت رکھتی ہے، اس کی بجائے ہمیں تعمیری کردار عطا کر، ہمارے دلائل تعمیری ہوں، ان میں اثبات ہو مثبت باتیں ہوں، منفی تحریک نہ ہو۔

یہ سارا مضمون ایک مومن کے طریقِ گفتگو کو ایک کافر کے طریقِ گفتگو سے اس طرح ممتاز کر دیتا ہے جیسے اندھیرے سے روشنی جدا ہو جائے، کوئی بھی دونوں کے اندر ابہام باقی نہیں رہتا اور اس مضمون میں داخل ہو کر ثبات قدم کی دعا کے یہ معنی ہو جائیں گے کہ اے خدا! ان صفات سے ہمارے قدم نہ اکھڑنے دے، دشمن زور لگائے گا کہ ہمیں اپنے طریق پر کھینچ لائے دشمن زور لگائے گا کہ ہم سے ہماری مثبت صفات چھین کر ہمیں بھی منفی طریق اختیار کرنے پر مجبور کر دے۔ جس قسم کا گند وہ بولے اسی طرح کا گند ہمیں بلوانے لگے۔ جس قسم کا جبر وہ دین میں استعمال کرنا چاہے اسی قسم کا جبر

ہم سے استعمال کروانا چاہے۔اس میدان میں کھینچ لائے جہاں وہ غالب ہے اور ہم کمزور ہیں۔ جس میدان کے داؤ پیچ ہم جانتے نہیں۔اس لئے اے خدا! ہمیں ثبات قدم عطا فرما ہمیں ہرگز اس میدان میں جانے پر مجبور نہ ہونے دینا اور اگر ہمارا دل چاہے بھی اور طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ہم دشمن کی عادات اختیار کرنے کے لئے بے قرار بھی ہو جائیں بعض دفعہ اور دل ٹھنڈا نہ ہو جب تک اپنے طیش کا بدلہ نہ اتاریں۔ جو اس نے ہمیں طیش دلایا ہے اس کا بدلہ نہ اتاریں تب بھی اے خدا ہمیں ثبات قدم عطا فرمانا! ہمیں اُن صفات حسنہ پر قائم رکھنا جو تیرے نزدیک جہاد میں مثبت اقدامات ہیں، تعمیری اقدامات ہیں ان میں کوئی بھی تخریبی حرکت نہیں۔

ایک مبلغ جب اس مضمون سے آگاہ ہو کر دعا کرتا ہے تو اس کی دعا بہت ہی وسعت اختیار کر جاتی ہے اور منفی قدم میں پیچھے ہٹنا بھی مثبت قدم ہو ہی نہیں سکتا جب تک مزید زمین نہ جیتی جا رہی ہو۔ قدم آگے بڑھے گا تو مثبت اقدام ہوگا، قدم پیچھے ہٹے گا تو وہ منفی اقدام ہے۔تو یہ غلبہ کی دعا بھی ہے اس لئے وَ انْصُرْنَا کی دعا اس کے نتیجہ میں طبعاً ذہن میں ابھرتی ہے۔اے خدا! ہمیں پیش قدمی عطا فرما یہ بھی معنی ہیں کیونکہ پیچھے ہٹنا اور بھاگنا منفی اقدام ہے اور آگے بڑھنا اور آگے بڑھتے رہنا یہ ایک مثبت اقدام ہے۔

اس پہلو سے جب ہم اس مضمون کے سارے گوشوں پر نظر رکھ کر دعا کریں تو نہ صرف یہ کہ ہماری دعا بہت زیادہ نفع مند بن جائے گی یعنی ہم خدا سے بہت زیادہ مانگ رہے ہوں گے بہ نسبت اس چھوٹی سی چیز کے یعنی کہ ہمارے پاؤں نہ ڈگمگائیں۔ یہ تو بہت معمولی دعا ہے اس وسیع تر دعا کے مقابل پر۔دوسرے ہماری تربیت ہوگی ہمیں وہ سارے اسلوب سمجھ آجائیں گے جو جہاد کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں جن کے بغیر جہاد حقیقی معنوں میں مومنانہ اور اسلامی ہو ہی نہیں ہوسکتا۔

مثبت جہاد کیا چیز ہے اس کی صفات کا جہاں تک نظریاتی تعلق ہے اس آیت میں مجتمع کردی گئی ہیں، اکٹھی کردی گئی ہیں لیکن جب تک اس کے ساتھ اس کی عملی تصویر نظر نہ آئے Demonstration نہ ہو حقیقی معنوں میں ایک مضمون پوری طرح سمجھ نہیں آتا۔اسی لئے تعلیم کا جدید طریقہ دنیا میں ہر جگہ یہی ثابت اور معروف ہو چکا ہے کہ جہاں نظریات بتاؤ وہاں اس کے نمونے بھی ساتھ دکھاؤ۔اسی پہلو سے اسلام دنیا کا سب سے زیادہ کامل سائنٹیفک مذہب ہے اور اپنے

اسلوب میں جدید ترین ہے کہ قرآن کریم میں یہ ہے کہ ہماری ساری تعلیم جو ہم دے رہے ہیں اس کا اسوہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو بنا کر تمہیں دکھا دیا۔کوئی چیز بھی مبہم نہیں رہنے دی۔کوئی چیز بھی نظریاتی ایسی نہیں رہنے دی جس کا عملی نمونہ تمہیں پیش نہ کر دیا ہو یہاں تک کہ منفی اقدار کا یہ عملی نمونہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے مخالفین کی صورت میں تمہارے سامنے رکھ دیا۔اب جو چاہو طریق اختیار کرو۔آنحضرت ﷺ کے جہاد کا مضمون تو بہت ہی وسیع ہے۔

تو آج میں نے یہ مضمون اس لئے اختیار کیا ہے کہ گزشتہ چند خطبات میں میں جماعت کو مختلف رنگ میں جہاد کی طرف بلا رہا ہوں، بعض دوستوں کے ذہن میں آتا ہوگا، ایک خط میں تو اس کا ذکر بھی تھا کہ آپ بار بار جہاد جہاد کیا کہتے ہیں۔واقعہ یہ ہے کہ اسلام کا تصور ہر شعبۂ زندگی میں جہاد کا ہے۔اس لئے جہاد کے سوا کوئی لفظ میرے ذہن میں ابھرتا ہی نہیں، جب میں کوئی مضمون بیان کرتا ہوں تو طبعاً از خود رفتہ رفتہ مضمون جہاد کے مضمون میں داخل ہو جاتا ہے۔ہر وہ کوشش جو اللہ کی خاطر کی جائے اور ان صفات حسنہ سے مزین ہو، جن کا بیان اس آیت میں کیا گیا ہے وہ جہاد ہے اور کوئی کوشش بابرکت اور کامیاب ہو نہیں سکتی جو ان صفات حسنہ سے مزین نہ ہو۔اس لئے جب میں کہتا ہوں شدھی کے خلاف ہندوستان میں جہاد کرو، جب میں کہتا ہوں سچائی کے حق میں جھوٹ کے خلاف جہاد کرو، بدرسموں کے خلاف جہاد کرو اور اس قسم کے دوسرے مضامین میں لفظ جہاد بولتا ہوں تو جہاد تو اسلام کی ساری زندگی پر ایک حاوی مضمون ہے۔اس کے سوا کوئی اور لفظ پھبتا ہی نہیں ہے یہاں، لیکن جہاد میں کیا کیا چیزیں اختیار کرنی چاہئیں۔ان میں سے چند صفات حسنہ جہاد کی، اس آیت میں بیان کی ہیں اور اس لئے میں ان کے متعلق جماعت کو وضاحت سے بیان کرنا چاہتا تھا۔

ثبات قدم کا مضمون مثبت پہلو سے آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ میں پھیلا پڑا ہے اور منفی پہلو سے یعنی ثبات نہ ہو تو کیا ہوتا ہے، منفی پہلو سے آنحضرت ﷺ کے دشمنوں کے کردار میں پھیلا پڑا ہے اور قرآن کریم نے دونوں طرف واضح طور پر انگلیاں اٹھا کر ان دونوں کیفیتوں کو دکھایا ہے کہ دیکھ لو جو ہم کہتے ہیں اس طرح ہوا کرتا ہے۔حق کی مخالفت کرنے والے یہ طریق اختیار کیا کرتے ہیں حق کی تائید کرنے والے حق کو دنیا میں پیش کرنے والے یہ طریق اختیار کیا کرتے ہیں۔ان میں سے ایک مضمون کا حصہ بلاغ ہے یعنی پیغام کو دوسرے تک پہنچانا اور جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا پہلے بھی یہ مضمون

بہت وسیع ہے اور اس کے سارے پہلوؤں پر ایک خطبے میں کوئی گفتگو ہو ہی نہیں سکتی لیکن میں نے آج کے خطبہ کے لئے ایک پہلو چنا ہے سیرت محمد مصطفی ﷺ کا جس کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک جہاد آزادی ضمیر کے لئے کیا تھا اور وہ جہاد ہے جو بنی نوع انسان کی خاطر کیا گیا ہے، صرف اسلام کی خاطر نہیں کیا گیا۔ ہمیشہ سے جب سے انسان انسانیت کو پاؤں تلے روندنے والوں سے مقابلہ کرتا چلا آرہا ہے۔ جب سے آزادئ ضمیر کی خاطر کسی نوع کی جنگ بھی جاری ہے۔ سب سے زیادہ اس مضمون میں عظیم الشان اور کامل جہاد حضرت اقدس محمد مصطفی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ آپؐ کے مطالبات اس مضمون میں یہ تھے کہ سب سے پہلے آپؐ نے سوسائٹی کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے کوئی حق نہیں ہے کسی کا کہ کسی کی سوچ پر اور اُس کے ایمان پر، اس کے نظریات پر، کسی قسم کی قدغن لگائے اور جبراً ان کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ جو اعلان ہے یہ اسلام کے لئے نہیں ہے، بڑی جہالت ہے کہ اگر اسے سمجھا جائے کہ یہ صرف اسلام کی خاطر ہے یہ تو آزادی ضمیر کا جہاد ہے، شرف انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کے نظریات کو، اس کے خیالات کو، اس کی سوچوں کو زبردستی تبدیل کرے یا اس پر جبر کے تالے لگا دے اور اس کو ان سوچوں کے اظہار کا حق نہ ہو۔ تو یہ دوسرا جہاد کا پہلو یہ تھا کہ آپؐ نے یہ فرمایا اور قرآن کریم اس مضمون کو کثرت سے بیان کرتا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ جو کچھ سوچتا ہے یا دیکھتا ہے یا سمجھتا ہے اسے دوسروں کو بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے، پہنچانا۔ جب وہ بیان کر دے تو پھر لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیۃ:۲۳) کا مضمون شروع ہو جاتا ہے بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر۔ یہ تو فرض ہے ہر انسان کا اس کا حق ہے، لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔

چوتھا پہلو اس جہاد کا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اسکے نتیجے میں کسی کی بات مان لے اور اپنے خیالات تبدیل کر دے تو ہرگز کسی دوسرے کا حق نہیں ہے کہ وہ زبردستی اس کو اس تبدیلئ خیال سے روکے اور کہے کہ ہرگز تمہیں اپنا خیال تبدیل نہیں کرنے دیں گے اور اس کے نتیجہ میں خیال تبدیل کروانے والے کو سزائیں دے اور اس کو بھی مارے اور اس کی مخالفت بھی جسمانی طور پر کرے۔ ہر قسم

تعزیری کارروائی اِس کے خلاف کرے کہ چونکہ تم ہماری سوسائٹی کے خیال تبدیل کر رہے ہو اس لئے ہم حق رکھتے ہیں کہ تمہارے گھر لوٹیں، تمہارے گھر جلائیں، تمہارے اموال لوٹیں، تمہیں ذبح کریں، تمہیں ہر قسم کی اذیتیں پہنچائیں، قانونی روکیں ڈالیں، قید میں تمہیں دھکیلیں کیونکہ تمہیں کوئی حق نہیں کہ سوسائٹی کے خیال تبدیل کرو۔

تو پہلا حصہ مضمون کا ایسے خیالات سے تعلق رکھتا ہے جو طبعاً ہر انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں یا وہ لے کر پیدا ہوا ہے ان کو، اپنے ماں باپ سے ورثے میں پائے ہیں، اس میں تبدیلی کا کوئی تعلق نہیں۔ کسی قسم کے کوئی خیالات ہوں سچ ہوں، جھوٹ ہوں، نورانی ہوں یا ظلماتی ہوں اس سے بحث ہی کوئی نہیں ہے۔ اعلان آپ ﷺ کا یہ تھا اور یہ قرآن کریم نے بار بار بڑی تحدی سے اعلان فرمایا کہ ہر انسان آزاد ہے اپنی سوچوں میں، اس کی سوچوں پر کوئی پہرے نہیں لگائے جا سکتے۔ دوسرا اعلان یہ کہ اپنی سوچوں کو بیان کرنے میں آزاد ہے۔ تیسرا اعلان یہ کہ اس بیان کو سن کر اگر کوئی اپنی سوچیں تبدیل کرے تو اس پر کسی کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ چوتھا یہ کہ اس بات کو جرم نہیں سمجھا جائے گا کہ کوئی اپنے خیالات کو بیان کر کے کسی دوسرے کے خیالات کو تبدیل کر رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

یہ عظیم الشان آزادیٔ ضمیر کا جہاد ہے جو آج بھی تمام انسان کو متوجہ کر رہا ہے اپنی طرف۔ آج جتنی جدو جہد ہے انسانی زندگی میں، اس میں جتنی خرابیاں نظر آ رہی ہیں ان خرابیوں کا آپ تجزیہ کریں تو ہر جگہ آپ کو اِن بنیادی ہدایات سے روگشی نظر آئے گی تب وہ خرابی پیدا ہوئی۔ کوئی شخص ان حقوق میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کرتا ہے، کوئی حکومت دخل اندازی کرنے کی کوششیں کرتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں فساد پیدا ہوتا ہے، دکھ پیدا ہوتا ہے۔ ظلم پیدا ہوتا ہے، نظریاتی جدو جہد، خون خرابے کی جدو جہد میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر جھوٹے اور مصنوعی اعلان کرنے والے یہ اعلان کرتے ہیں کہ نہیں! نہیں نہیں! ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر لڑائی کر رہے ہیں اور دوسرے مقابل پر یہی اعلان کرتے ہیں کہ نہیں نہیں! ہم تو آزادی ضمیر کی خاطر جہاد کر رہے ہیں، تم زبردستی بدلا رہے ہو۔ وہی پہلے فریق پر الزام لگاتا ہے وہی الزام پہلا فریق دوسرے پر لگا دیتا ہے۔ تو بنیادی طور پر جہاں بھی نظریات میں کسی قسم کے جبر کی اجازت دی جائے اور نظریات تبدیل ہونے کا جو منظر ہے یہ برداشت

نہ ہو سکے کسی سے۔ اپنے بچوں کو دیکھ رہا ہے کہ کسی کی بات سن کر وہ متاثر ہو رہے ہیں اور اپنے خیالات بدل رہے ہیں۔ اس کے سینے میں ایک آگ لگ جائے وہ کہے کہ یہ نہیں میں ہونے دوں گا۔ ہر ایسے شخص کے مقابل پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا جہاد کھڑا ہو جائے گا آزادیِ ضمیر کے نام پر جو آپؐ نے جہاد کیا تھا اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کی تائید کرے جس نے واقعۃً دلائل کے نتیجہ میں اپنا مذہب تبدیل کیا یا اپنے خیالات تبدیل کئے اور ہر ایسی جبر کی کوشش کا مقابلہ کرے جو ان بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت کرتی ہے۔ ایسا شخص اگر بدنی جہاد پر بھی مجبور ہو، جسمانی جہاد پر بھی مجبور ہو تو اسلام کے نزدیک وہ بھی جہاد ہی ہے۔ ثانوی حیثیت کا ہو مگر بہرحال جہاد وہ بھی ہے اور جہاد کی اصل یہ تعریف ہے۔

چنانچہ آج جماعت احمدیہ کو عملاً ایسے حالات درپیش ہیں جن میں یہ مضمون خوب کھل کر ہمارے سامنے آچکا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو چار بنیادی حقوق انسان کے تسلیم کروائے اور جن کے لئے آپؐ نے اور آپؐ کے غلاموں نے بے انتہا قربانیاں دیں۔ آج آپ سے وہ چاروں بنیادی حقوق زبردستی چھینے جا رہے ہیں۔ آج آپ کے متعلق یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ آپ وہ سوچیں، وہ عقیدہ رکھیں جو آپ رکھتے ہیں اور آپ کو یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر آپ عقیدہ رکھتے بھی ہیں تو اپنی ذات کے اندر چھپا کر، لپیٹ کر رکھ لیں۔ جس بات کو آپ حق سمجھتے ہیں، جس کو آپ سچ سمجھتے ہیں اسے بیان کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں اور پھر یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ اگر اس بیان کو کوئی سنے تو اسے اپنے خیالات تبدیل کرنے کا بھی حق کوئی نہیں اور اگر وہ کرے تو ہم اسے قتل کی سزا دیں گے اور آخری بات یہ کی جا رہی ہے کہ صرف اس کو قتل کی سزا نہیں ملے گی تم جو خیالات تبدیل کروانے والے ہو تمہیں بھی سزا دی جائے گی۔

یہ چاروں بنیادی حقوق جو انسانی حقوق ہیں، محض مذہبی حقوق نہیں ہیں، جن کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ رسول اکرم ﷺ نے ساری عمر جہاد کیا اور جن امور کے لئے آپؐ نے اپنے خدام اور غلاموں کو جہاد سکھایا ان سب کی کلیۃً نفی آج کی جا رہی ہے بدبختی اور بدقسمتی سے اسلام کے نام پر۔ کیسی دردناک تصویر کھینچ رہی ہے کہ آنحضور ﷺ کی سیرت کا تو یہ خلاصہ ہے کہ ساری زندگی آپؐ نے اور آپؐ کے غلاموں نے اس آزادی ضمیر کے لئے انتہائی دکھ اٹھائے، جانیں لٹائیں، خون

بہائے اپنے، گھروں سے بے گھر کئے گئے اور ہر قسم کی تکلیفوں کا منہ دیکھنا پڑا، گلیوں میں گھسیٹے گئے، پتھراؤ کیا گیا، گندی گالیاں دی گئیں، سروں میں خاک ڈالی گئی، عبادتوں سے روکا گیا ہر قسم کے حقوق سے محروم کیا گیا اور مسلسل آپ قربانیاں دیتے رہے ان حقوق کی خاطر آج آپ کے نام پر ایک عجیب اسلام کی چھاپ لے کر کچھ لوگ اٹھے ہیں جو یہ اعلان کر رہے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مقابل پر جو جو ذرائع اختیار کئے گئے تھے انسانی ضمیر کو دبانے کے لئے وہ ہم اسلام کے نام پر کسی ایک جماعت کے خلاف استعمال کریں گے اور ان سے وہ سارے حق چھین لیں گے جو سید ولدِ آدم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے اور ان کے لئے جہاد کرنے کی تعلیم دی تھی۔

اب بتائیے کہ دونوں میں سے کون مسلمان ہے اور کون کافر ہے، کون مومن ہے اور کون کافر ہے، کون مسلم اور کون غیر مسلم ہے۔ایک جماعت کی تصویر بن رہی ہے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے غلاموں کی سی مو بمو، نقطہ بہ نقطہ، نقش بہ نقش انہیں قدموں پر چل رہی ہے جماعت جن قدموں پر آنحضرت ﷺ نے اپنے غلاموں کو چلایا تھا۔ وہ قدم تھے جن کے متعلق ثبات قدم کا مضمون پورا آتا ہے۔ وہ ثبات قدم کے تمام پہلوؤں پر حاوی قدم تھے اور کچھ وہ لوگ ہیں جو قدم بقدم مخالف سمت میں روانہ ہیں اور پھر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ مسلم ہیں، کوئی اتنا بھی تو عقل کا اندھا نہیں ہو سکتا کہ ان دونوں تصویروں کو دیکھے اور سمجھ نہ سکے کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصحاَبیِ (ترمذی کتاب الایمان حدیث نمبر:۲۵۲۵) کا بیان کس کے حق میں پورا آ رہا ہے اور کس کے حق میں نہیں آ رہا۔ اس لئے جب آپ ثبات قدم کی دعا کریں تو یہ دعا خصوصیت سے کریں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے قدم آزادیٔ ضمیر کی جنگ میں جو نقوش پا چھوڑ گئے ہیں اے خدا! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ان نقوش پا کو چومتے ہوئے اپنی جان، مال، عزت اور نفس کی قربانیاں دیتے ہوئے اس راہ میں آگے بڑھتے چلے جائیں اور ہمیشہ ہمارا قدم آگے بڑھے اور منفی طرف واپس نہ ہٹے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج چند ایسی اطلاعیں ملی ہیں وفات کی جن کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے بعد نماز جنازہ ہونی چاہئے۔

ایک تو ہمارے دو بڑے مخلص نوجوان جو جرمنی میں آئے ہوئے تھے وہاں ایک کار کے

حادثہ میں شہید ہو گئے ہیں ۔مکرم عطاء الحق صاحب رامہ دارالرحمت وسطی ربوہ کے تھے اور ظفر محمود وڑائچ صاحب یہ چک 78 سرگودھا کے تھے ۔ یہ دونوں بڑے مخلص نوجوان اور تبلیغ میں پیش پیش ۔ان کی رپورٹیں براہ راست مجھے آتی رہتی تھیں خطوں کی صورت میں ۔ بہر حال مرضی مولا جو بھی ہے ہم اس پر راضی ہیں ۔

دوسرا مکرمہ زینب بیگم صاحبہ بنت مکرم ومحترم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب ان کی اچانک وفات کی میر پور خاص سندھ سے اطلاع ملی ہے ۔ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کا ایک خاص مقام تھا صحابی ہونے کے لحاظ سے تو تھا ہی اس کے علاوہ بھی ان کو ساری عمر حضرت مصلح موعودؓ کی بڑی خدمت کی توفیق ملی ہے اور بڑی قربانیوں کے ساتھ اور بڑی وفا کے ساتھ انہوں نے خدمت کی ہے اس لئے جماعت پر ان کی اولاد کا خصوصیت سے حق ہے ۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک بیان ہے وہ دلچسپ ہے ہو سکتا ہے سارے اس بیان کو نہ مانیں مگر ان کا جو تاثر ہے وہ بڑے یقین کی حد تک تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو الہام ہوا تھا **اطعموا الجائع و المعتر** (تذکرہ:۶۳۱) وہ الہام آپ کہا کرتے تھے کہ میرے متعلق ہوا تھا اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شامل ہو گئے ۔ کہتے تھے کہ میں آیا تھا، ذرا دیر سے پہنچا تھا اور مجھے شدید بھوک لگی ہوئی تھی اور کھانا ختم ہو گیا تھا لنگر میں اور میں نے صبر کیا لیکن ساتھ ہی یہ دعا بھی کی کہ اے خدا! میرا انتظام کر اور اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا **اطعموا الجائع و المعتر** کہ جو بھوکے ہیں اور تکلیف میں مبتلا ہیں ان کو کھانا کھلا! چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (رات کو بارہ بجے کے قریب یا آدھی رات کو جو بھی وقت تھا) اسی وقت اعلان عام کروا دیا کہ جو جو بھوکا ہے وہ آ جائے اور اسی وقت لنگر کھلوا دیا ۔ چند آدمی ایسے تھے جن میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی شامل تھے اور یہ ہمیشہ بڑے خاص فخر کے ساتھ اور جائز نیکی کے فخر کے ساتھ، ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میرا ذکر الہام میں موجود ہے ۔

اس کے علاوہ بھی کچھ وفات کی اطلاعیں ہیں چوہدری عبید اللہ صاحب سیکرٹری صنعت وتجارت ضلع راجن پور ۔ یہ بھی بڑے مخلص دوست تھے جماعت کے کارکن، ٹریفک کے حادثہ میں شہید ہوئے ۔

چوہدری حاکم علی صاحب ورک آف چک نمبر 261 بہاولنگر ۔

حافظ محمد یار عارف صاحب یہ مبلغ سلسلہ تھے کسی زمانے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے کلاس فیلو بھی تھے اور ان کا بڑا تعلق تھا گہرا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے اور جماعت کی بھی ایک لمبے عرصہ تک کافی خدمت کی توفیق پائی۔

مکرمہ مسعودہ خاتون صاحبہ ہمارے مکرم داؤد احمد صاحب گلزار لندن کی ہمشیرہ تھیں جو لاہور میں وفات پاگئیں ہیں۔

مکرم ملک اللہ دتہ صاحب کھوکھر غربی ضلع گجرات۔

مکرم فضل احمد صاحب بھٹی کنری ضلع تھرپارکر سندھ وفات پاگئے ہیں۔ان سب کی نماز جنازہ غائب انشاء اللہ نماز عصر کے معاً بعد ہوگی۔